بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

تمہید ملفوظات مسمّٰی بہ مقالات حسنہ

ملقب بہ لمعان الدین فی رمضان الاربعین

یہ ایک مجموعہ ہے حضرت حکیم الامۃ مجدد الملۃ قبلۂ و کعبۂ ما مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب تھانوی دام ظلہم کے ملفوظات کا جسکو حضرت کے خلیفہ ارشد جناب مولوی محمد حسن صاحب مدرس اول مدرسہ نعمانیہ امرتسر نے ایک رمضان شریف مع زیادۃ العشر کے قیام کے زمانہ میں قلمبند کیا تھا اسی لئے اس مجموعہ ملفوظات کا نام مقالات حسنہ بمناسبت نام جامع کے اور لقب لمعان الدین فی رمضان الاربعین بمناسبت مدۃ ضبط کے رکھا ہے حق تعالےٰ حضرت دام ظلہم کے فیض سے سب مسلمانوں کو مالامال فرماوے اور تادیر اس فیض کو جاری رکھے ویرحم اللہ عبدا قال آمینا ۔ (مدیر)

(نمبر ۱) فرمایا کہ ایک مرد سنی جسکی ہمشیرہ کا شیعی مرد سے نکاح ہوچکا تھا اور اتفاق سے اسکی ہمشیرہ ترکہ عظیمہ چھوڑ کر عالم بقا کو سدھاری تو اس نے علماء سے استفتاء کیا کہ آیا شیعہ مرد اور سنی عورت کا نکاح شرعاً درست ہے یا نہیں اسکے استفتاء کرنیکی غرض یہ تھی کہ مرد وارث نہ ہوا اور سب میراث مجکو مل جاوے ۔ وہ فتویٰ لیکر یہاں بھی آیا میں نے اس سے کہا فتویٰ پھر دونگا پہلے تم یہ بتلاؤ کہ نکاح کرتیکے وقت تم نے اس نکاح کے ناجائز ہونیکی تحقیق کیوں نکی گویا ساری مدت زنا کرایا اور اگر جائز سمجھا تھا تو اب ناجائز کرانے کی کوشش کیوں کرتے ہو ۔ اور دوسری بات یہ بتلاؤ کہ اگر تمہاری ہمشیرہ زندہ رہتی اور وہ مرد ایسا ہی ترکہ چھوڑ کر

مرجاتا اور تمکو یہ امید ہوتی کہ بعد ہمشیر کے یہ سب مجکو ہی ملیگا تو پھر بھی اس نکاح کے ناجائز ٹھہرانے کی کوشش کرتے یا نہیں۔ وہ خاموش ہو گیا۔ میں نے کہا لو اب مسئلہ بھی بتلاتا ہوں کہ اگر نکاح کرنے سے پہلے آتے تو جواب یہ تھا کہ نکاح درست نہیں ہوگا۔ چونکہ اب نکاح کے بعد آئے ہو اسلئے اب فتویٰ یہ ہے کہ نکاح درست ہو گیا تھا کیونکہ اس نکاح میں اختلاف ہے اسلئے پہلے تو احتیاط یہ تھا کہ نہ ہو اور ہونے کی تقدیر میں احتمال ہے کہ ہو گیا ہو تو پھر ناجائز قرار دینا گویا عمر بھر اسکو زانیہ قرار دینا ہے اور مستحقین میراث کو غیر مستحق ٹھہرانا ہے۔

(نمبر۲) فرمایا کہ میں روزے سے ہوں اور آپ باور کرینگے کہ میں سچ کہتا ہوں کہ میں اپنے آپکو کتے اور سور سے بھی بدتر سمجھتا ہوں اب اگر کوئی شخص میری نسبت کوئی طعن کرے تو میں اس سے زیادہ اپنے آپکو قابل ملامت خیال کرتا ہوں اس واسطے میرے دل میں کسیکی نسبت غبار نہیں ہوتا مگر معاملہ کی صفائی اس وقت تک نہیں ہوتی جب تک اسکا ظاہری فیصلہ مکمل نہ ہو (غالباً کسی نے کسی معاملہ میں معافی کی درخواست کی تھی)

(نمبر۳) فرمایا مولویوں کو تدریس و تصحیح اور وعظ و امامت ان سب امور پر ملازمت جائز ہے ۲
باقی امور ان کے مناسب نہیں۔

(نمبر۴) فرمایا کہ ایک بادشاہ اور وزیر میں تنازع ہوا بادشاہ کہتا تھا کہ طلبہ بہت ہوشیار ہوتے ہیں اور وزیر منکر تھا۔ ایک دن بادشاہ نے ایک طالب علم کو جو اتفاقاً سامنے سے گذر رہا تھا بلایا اور اسی جلسہ میں وزیر سے پوچھا کہ اس حوض میں کتنے پیالے پانی آسکتا ہے وزیر نے کہا حضور ناپنے کے بعد معلوم ہو سکتا ہے پھر بادشاہ نے طالبعلم سے دریافت کیا اس نے کہا حضور یہ سوال ہی مہمل ہے پہلے آپ پیالے کی تعیین کریں اگر وہ حوض کی برابر ہے تو ایک پیالہ ہوگا اور اگر وہ نصف ہے تو دو ہونگے غرض کہ آپ پہلے پیالے کو معین کریں پھر وزیر کی طرف اشارہ کیا کہ اب بتلاؤ۔

(نمبر۵) ایک معلم کے بارے میں فرمایا جو آپ کے ہاں تعلیم دیا کرتے تھے کہ بلا اجازت و بلا مشورہ چلے گئے ہیں مگر ان کے چلے جانے سے میرے دل میں ذرا غبار نہیں ہوا کیونکہ وہ حر تھے یہ کیا واہیات ہے کہ ایک مہینہ پیشتر اطلاع دے یہ بھی یوروپ کی تقلید ہے یہاں تو اگر استاد

Scanned with OKEN

نصف سبق پڑھا چکا ہو اور کیے میں جاتا ہوں تو میرے قلب میں ذرا ملال نہ ہوگا ہاں اگر کوئی طالب علم وظیفہ پہلے لے چکا ہو اور جتنے دنوں کا لیا ہوا ہے ان کو گزارنے سے پیشتر چلا جاوے تو چونکہ وہ ہبہ ہے اسوجہ سے مالک تو ہوگیا مگر خوشی اسی میں ہے کہ بقیہ واپس کر جاوے کیونکہ جس توقع سے اسکو دیا تھا اسنے اسکے خلاف کیا تو ایک قسم کی صورت تلبیس کی ہے

(نمبر۶) فرمایا کہ میرا خیال پہلے یہ تھا کہ انبیاء و ملائکہ صاحب حال نہیں ہوتے مگر تحقیق سے معلوم ہوا کہ ان پر حال بھی وارد ہوتا ہے اسی طرح سمجھتا تھا کہ ملائکہ اور اہل خدمت اجتہاد نہیں کرتے مگر تحقیق سے ثابت ہوا کہ یہ مجتہد بھی ہوتے ہیں چنانچہ ملائکہ کا مجتہد اور صاحب حال ہونا تو تائب کے قصہ سے جس نے سو قتل کئے تھے پھر صالحین کی ایک بستی کی طرف ہجرت کر کے چلا تھا اور رستہ ہی میں موت میں مبتلا ہوا - اور رحمت و عذاب کے ملائکہ نے اختصام کیا اور حضرت جبرائیل علیہ السلام کے قصہ سے کہ فرعون کے منہ میں کیچڑ ڈال دیا تھا معلوم ہوتا ہے اور اہل خدمت کے بعض خطوط جو میرے پاس بالفعل موجود ہیں جنمیں تحریکات حاضرہ اور مجوبین کے متعلق اختلاف اور بعض کا اس خدمت سے استعفا اور ان کے آپس کے مناظرے درج ہیں ۳
وہ صاف دلیل ہیں کہ اہل خدمت مجتہد بھی ہوتے ہیں اور حضرات انبیاء علیہم السلام کا صاحب حال ہونا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعات عتاب، ہارون علیہ السلام و دعائے موسیٰ قال رب لو شئت اھلکتھم الخ سے اور حضور اقدس صلے اللہ علیہ وسلم کے واقعہ دعائے یوم بدر اللھم ان تھلک ھذہ العصابۃ الخ سے ثابت ہوتا ہے البتہ ایسا کم ہوتا ہے -

(نمبر۷) فرمایا مجاذیب کے بعض دفعہ حواس ظاہری بالکل درست ہوتے ہیں مگر عقل مفقود ہوتی ہے اور وہ بعینہ بہائم کی طرح ہوتا ہے کھاتا پیتا ہے گفتگو کرتا ہے مگر مکلف نہیں ہوتا ایسے وقت اسکے افعال شریعت کے خلاف بھی ہوتے ہیں اور علماء اسپر فتویٰ بھی لگاتے ہیں مگر وہ واقعی معذور ہوتا ہے چنانچہ ایک بار حضرت جنید کے پاس حضرت شبلی دفعۃً آگئے حضرت جنید کی بی بی بھی بیٹھی تھیں وہ اٹھنے لگیں - انھوں نے فرمایا بیٹھی رہو کیونکہ اسوقت انکو عقل نہیں حالانکہ گفتگو بھی موقع کی کرتے تھے اور آکر سلام بھی کیا تھا پھر کچھ دیر بعد شبلی کسی بات پر پھوٹ کر روئے اسوقت اپنی بیوی کو فرمایا کہ اب اٹھ جاؤ کیونکہ اب یہ ہوشیار ہوگیا -

(نمبر ۸) فرمایا کہ ایک عالم صاحب اہل خدمت کے وجود سے منکر تھے میں نے کسی وعظ میں اسکا بیان کیا تو لوگوں سے کہنے لگے کہ قرآن و حدیث میں اسکا کہیں پتہ نہیں میں نے جواب دیا کہ اول تو قرآن و حدیث کا کسی امر سے ساکت ہونا مضر نہیں دوسرے اگر غور سے ملاحظہ ہو تو قرآن کریم سے ان کے وجود کا پتہ بھی چلتا ہے۔ اسکے لئے حضرت خضر اور موسیٰ علیہما السلام کا قصہ ہی کافی ہے۔ حضرت خضر علیہ السلام کی جو شان تھی اہل خدمت کی یہی شان ہوتی ہے۔

(نمبر ۹) فرمایا کہ شیطان انبیاء علیہم الصلوٰت والتسلیمات میں معصیت کے سوا باقی تصرفات کرسکتا ہے اس کا نصوص سے پتہ چلتا ہے چنانچہ حضرت آدم علیہ السلام کا قصہ ملاحظہ ہو فازلهما الشيطان اسکی مثال تو ایسی ہے جیسے کسی کافر نے کسی نبی کو پتھر مار دیا تو اس کے مارنے سے نبی کی نبوت میں بال کے برابر بھی فرق نہیں ہوتا۔ بہت دنوں کے بعد یہ شرح صدر ہوا

(نمبر ۱۰) فرمایا صوفی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک وہ جن پر کتاب و سنت غالب ہوتی ہے ایک وہ جن پر فلسفہ

(نمبر ۱۱) فرمایا کہ تفسیر بیان القرآن اڑھائی سال میں لکھی گئی اس عرصہ میں کوئی سفر نہیں کیا ۴
تفسیر اور مثنوی کی شرح لکھنے کا بہت شوق تھا الحمد للہ کہ خدائے برتر نے میری شوق کو پورا کیا

(نمبر ۱۲) فرمایا کہ تفسیر میں میرا یہ التزام تھا کہ پہلے معری قرآن مجید لیکر اس کا خوب مطالعہ کرتا تھا جب شرح صدر ہو جاتا تو پھر تفسیروں کا مطالعہ کرتا اگر وہ تفسیروں کے مطابق ہوتا تو درج کرتا اگر محض قرآن مجید کے مطالعہ سے شرح صدر نہ ہوتا تو پھر تفاسیر کی طرف رجوع کرتا اگر تفاسیر کے مطالعہ سے شرح صدر ہوتا تو درج کرتا ورنہ بارگاہ خداوندی میں نہایت ابتہال اور تفرع زاری سے دعا کرتا تو کبھی عین دعا میں شرح صدر ہو جاتا اور کبھی آدھ گھنٹہ بعد کبھی کبھی شرح صدر ہونے کے انتظار میں دیر دیر تک ٹہلتا پھرتا بعد شرح صدر تفاسیر کو دیکھتا اگر اس مضمون کی تائید ان سے ہوتی تو درج کرتا ورنہ چھوڑ دیتا اور میں نے کبھی تفسیر کو اپنی طرف منسوب نہیں کیا بلکہ اکابر کی طرف منسوب کیا ہے ہاں بعض نکات کو اپنی جانب منسوب کیا۔ اس عرصہ میں طاعون کا بھی زور تھا مجھے خدشہ تھا کہ تفسیر رہ نہ جائے مگر حق تعالیٰ کے فضل سے میں اس عرصہ میں بیمار تک نہیں ہوا البتہ بعض دفعہ معمولی زکام تو ہوا اور اسی طرح مثنوی کی شرح میں بھی۔

ملفوظات لمعان الدین،

(سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ النور بابتہ ماہ محرم الحرام ۱۳۴۹ھ)

اور بعد فراغت کے تعب کا ظہور ہوا اور خوب بیمار ہوا اور عنوان جو تفسیر میں جلی قلم سے لکھے ہیں انکے قائم کرنے میں نہایت دقت ہوئی اور یہ گویا علوم قرآن ہیں اور بعض جگہ بدلنے بھی پڑے ایک شخص نے عرض کیا کہ گویا یہ تراجم بخاری ہیں فرمایا ہاں مگر تراجم مغلق ہیں یہ سہل ہیں۔

(نمبر ۱۳) فرمایا کہ تفسیر لکھنے کے زمانہ میں روپیہ بھی بہت آیا اور خوب کھایا اور بڑے بڑے منی آڈر ذرا ذرا شبہ پر واپس کئے اور پھر لوٹ لوٹ کر آئے اور مثنوی کی شرح بھی حق تعالےٰ کے فضل سے خوب شرح صدر سے لکھی گئی نہ فن سے خروج نہ شریعت سے دونو دوش بدوش ملحوظ رکھے گئے اور شرحوں میں یہ معلوم نہیں ہوتا اگر فن کی رعایت کرتے ہیں تو شریعت چھوڑ دیتے ہیں اگر شریعت کی رعایت کرتے ہیں تو فن چلا جاتا ہے یہ واقف پر ظاہر ہے الحمد للہ یہ سب حق تعالیٰ کی دستگیری ہے الحمد للہ ثم الحمد للہ کہ مجھکو اپنے کمال پر وسوسہ بھی نہیں ہوتا ایک 5
دفعہ یہ خیال ہوا کہ میں بیان اچھا کر لیتا ہوں اسکا غیب سے علاج ہوا اسطرح سے کہ تھانہ بھون کے پاس ایک موضع گڑہی خام ہے اُس جگہ ایک دفعہ احباب نے وعظ کا انتظام کیا مجمع کافی تھا اور سننے بھی مخلص اور صبح کا سہانہ وقت اور نہایت خوش گوار موسم تھا چنانچہ وعظ شروع ہوا میں نے کچھ آیتیں تلاوت کیں اور ان کا ترجمہ کیا مگر آگے مضمون بند تھا پھر ترجمہ کو دہرایا کہ شاید کوئی مضمون آ جائے مگر پھر بھی ویسا ہی حال رہا پھر چاہا کہ اپنے پہلے کسی وعظ کو دہرا دوں پھر بھی مضمون حاضر نہ ہوا آخر مجبور ہو کر چھوڑنا پڑا اور عرض کر دیا کہ صاحبو کوئی مضمون حاضر نہیں ہوتا ایسا ہی ایک دفعہ رات کے وقت خانقاہ سے گھر کو چلا لیکن گھر کا راستہ بھول گیا کسی اور کے دروازہ پر جا پہونچا آخر عاجز ہو کر خانقاہ میں آنا چاہا لیکن نہ آسکا اسکے بعد مجھے معلوم ہوا کہ میرا یہ علم ہے کہ خانقاہ سے گھر تک نہیں جا سکتا اور نہ وعظ کہہ سکتا

(نمبر ۱۴) فرمایا انبیاء پر بھی کبھی حال طاری ہوتا ہے اور اُن کے صاحب حال ہونیکے دلائل یہ ہیں موسیٰ علیہ السلام کا ہارون علیہ السلام کے ساتھ ان کے خلاف شان معاملہ کرنا انکے

صاحب حال ہونے کی دلیل ہے۔ اور حضرت رسول اکرم صلے اللہ علیہ وسلم کے صاحب حال ہونے کی ایک دلیل یہ ہے کہ آپنے فرمایا وددت ان اقتل فی سبیل اللہ ثم احیی ثم اقتل ثم احیی الخ باوجودیکہ تمنی موت سے نہی فرمائی ہے اور دوسری دلیل یہ ہے (نمبر ۱۵) فرمایا کہ زمانِ فترۃ وحی میں کئی دفعہ طبیعت نے چاہا کہ اونچے پہاڑ سے اپنے کو گرادوں اور انبیاء اجتہاد بھی فرماتے تھے چنانچہ اس کی کافی دلیل یہ ہے کہ آدم علیہ السلام نے اپنے اجتہاد سے درخت کا پھل کھالیا۔

(نمبر ۱۶) فرمایا کہ جن مسائل میں سلف نے سکوت کیا ہے اور متکلمین نے کلام کیا ہے ان پر مخالفت سلف کا شبہ نکیا جاوے کیونکہ میرے نزدیک اُن کی یہ تحقیقات منع کے درجے میں ہے دعویٰ نہیں ہے باقی واقعہ کا علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے، مثلاً کلام نفسی اور لفظی میں جو فرق بیان کیا ہے یعنی ایک کو قدیم اور ایک کو حادث یہ صرف منع کے درجے میں فرق ہے یعنی معتزلہ کو جواب دیا ہے کہ تم کلام کو علی الاطلاق مخلوق کیسے کہتے ہو ممکن ہے کہ ایک درجہ کلام کا غیر مخلوق ہو یعنی کلام نفسی گو لفظی حادث ہو کیونکہ لفظی تعاقب کو مقتضی ہے اور تعاقب ٦
میں سابق کے وقت لاحق اور لاحق کے وقت سابق معدوم ہوتا ہے لہذا عدم کی وجہ سے حادث مانتے ہیں یہ منع تو اشاعرہ کے مسلک پر ہے اور دوسرا منع حنابلہ کے مسلک پر ہے یعنی ممکن ہے کہ واجب تعالیٰ کی کلام لفظی میں تعاقب نہ ہو اور مجموعہ پر معاً قادر ہو اور اس بنا پر کلام لفظی بھی قدیم ہو اور ایسا ہی صفت علم اور کلام میں جو فرق کیا ہے یہ بھی دعویٰ نہیں کیونکہ دعوی کرنا قیاس الغائب علی الشاہد ہے یعنی اپنی صفت علم اور کلام پر قیاس کرنا ممکن ہے کہ حق تعالیٰ میں ایسا نہ ہو اسی طرح عینیت وغیریت صفات کے مسئلہ میں صرف ظاہر نصوص کے اطلاقات سے یہ ہے کہ یہ صفت ذات کے علاوہ ہے کیونکہ علیم وقدیر کا حمل کیا گیا ہے علم وقدرت کا حمل نہیں کیا گیا جس سے ظاہراً ذات سے علیحدہ مانا گیا ہے باقی حقیقت کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے غرض متکلمین کے کل مباحث درجہ منع میں ہیں اور سلف سے جن متکلمین پر نکیر منقول ہے وہ لوگ مراد ہیں جو بدون کسی نص اور بدون کسی دلیل عقلی قطعی کے دعویٰ کرنے لگتے تھے

(۱۷) فرمایا کہ ابن القیم رحمہ نے حکایت لکھی ہے کہ ایک شخص کسی پر عاشق ہوگیا اور معشوق کی

فرقت میں صاحب فراش ہوگیا اور مرنے لگا اس معشوق کے دل میں خیال آیا کہ ایک دفعہ
عاشق سے ملاقات تو کرلو۔ عاشق کو معلوم ہوا کہ معشوق آرہا ہے وہ ہوشیار ہو کر بیٹھ گیا
مگر معشوق راستہ ہی سے بدنامی کے خوف سے واپس لوٹ گیا عاشق نے سنا کہ واپس
چلا گیا تو بیحال ہوگیا اور نزع کی حالت طاری ہوگئی جب کبھی ہوش میں آتا تھا لوگ توبہ
کرنے کو کہتے تھے مگر جواب میں اس نے یہ شعر پڑھا ؎

رضاک اشھی الی فوادی من رحمۃ الخالق الجلیل

امارد سے نظر کا بچانا نہایت ضروری ہے۔

(نمبر ۱۸) فرمایا کہ میری عمر اس وقت ساٹھ سال سے دو تین ماہ زیادہ ہوگئی ہے ربیع الثانی
۱۲۸۰ھ میں پیدا ہوا کسی نے مادہ تاریخ کرم عظیم نکالا ہے میں نے کہا مگر عظیم ہو سکتا ہے۔

(۱۹) فرمایا کہ شیخ کی بیوی کے ساتھ نکاح گو شرعاً جائز ہے مگر مصلحتاً وادب سلوک کے خلاف ہے۔

(۲۰) فرمایا اسوقت اکثر خواص پر بھی پالیسی کا غلبہ ہوگیا ہے کہ ایک عالم یہاں تشریف لائے
انھوں نے ذکر کیا کہ مجھ سے لوگوں نے پوچھا کہ گاندھی کا کیا حکم ہے میں نے جی میں سوچا کہ
شرعاً ممانعت تو ہے نہیں لیکن اگر یوں کہا کہ جائز ہے تو عوام سے خطرہ تھا کہ تحریکات سے علیحدہ
ہو جاوینگے لہٰذا میں نے جواب میں لکھدیا کہ قابل مواخذہ ہے لوگوں نے یوں سمجھا کہ شرعاً اور
میں نے یوں قصد کرلیا کہ مصلحتاً۔

(۲۱) فرمایا کہ یہ حال علماء کا ہے کہ عزت و مال سب کا مدار عوام کو سمجھتے ہیں۔

(۲۲) فرمایا کہ ایک بزرگ باسی روٹی کھایا کرتے اور فرماتے کہ اس کا زمانہ نبی صلی اللہ تعالیٰ
کے زمانے کے قریب ہے۔

(۲۳) فرمایا کہ متکلمین کا جو عنوان باب صفات میں ہے کہ نہ عین ہیں اور نہ غیر اگر عین اور
غیر متقابل نہیں کیونکہ اگر متقابل ہونگے تو اگر عین نہیں ہوں گے تو ضرور ہے کہ غیر ہوں دونوں کی
نفی کیسے ہو سکتی ہے بلکہ عین سے مراد تو یہ ہے ذات کا عین نہیں یعنی زائد ہیں تو غیر ہونا چاہئے
لیکن غیر کا مطلب اصطلاح متکلمین میں یہ ہے کہ مفارق اور منفک نہیں گو ذات سے زائد ہوں اور
فلاسفہ عینیت کے قائل ہیں مگر چونکہ یہ بظاہر نصوص کے خلاف تھا جیسا عنقریب معلوم ہوا لہٰذا انکو

عین نہیں مانا یا غیر کے معنی عام محاورہ کے موافق ہوں اس طرح سے کہ جس کے ساتھ ربط خاص ہوتا ہے اسکو محاورہ میں کہتے ہیں یہ غیر نہیں اور واجب تعالیٰ کے ساتھ تمام مخلوق کا احتیاجی ربط ہے لہذا اس اعتبار سے کہدیتے ہیں کہ مخلوق کہتے ہیں واجب کا غیر نہیں ورنہ ظاہر ہے واجب خالق کل شئی ہے یعنی معطی وجود تو دو وجود ضرور تسلیم کرنے پڑیں گے ورنہ نص کی تکذیب ہوگی گویا اللہ تعالیٰ تو مخلوق کو وجود دیتا ہے مگر مخلوق کا پھر بھی وجود نہیں یہ تو ایسا ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا مگر ارادہ پورا نہ کرسکا معاذ اللہ مگر باوجود ثبوت وجود مخلوق کے اللہ تعالیٰ کی ذات اور تجلی کے مشاہدہ کے وقت وہ وجود کالعدم ہوجاتا ہے اس لحاظ سے تو ان کے وجود کی نفی کردی جاتی ہے اور جب احتیاج کا لحاظ کیا جاتا ہے تو کہدیا جاتا ہے کہ مخلوق غیر نہیں بعض کو غلطی سے یہ توہم ہوگیا کہ عین ہیں ورنہ مطلب وہ ہی ہے جیسا کہ محاورہ میں کہتے ہیں کہ تم اور ہم تو ایک ہیں غیر نہیں یہ مطلب ہے صوفیہ کے کلام کا۔ اور حقیقت میں یہ حال ہے جس سے عمل مقصود ہے خدا تعالیٰ نصیب کرے اس کے بغیر توحید کامل نہیں ہوتی کیونکہ استغنا عن الخلق اور توکل اور صبر اور عظمت حق یہ سب اسی درجہ میں میسر ہوتے ہیں جیسا کہ بادشاہ کی موجودگی میں چمار کی ۸
کچھ وقعت نہیں رہتی اور جب بادشاہ غائب ہوا تو چمار کی بھی خوشامد کیجاتی ہے کہ یہ میرا فلاں کام کرے گا۔

(نمبر ۲۴) فرمایا کہ وحدۃ الوجود بھی اصل میں ایک حال ہے اور بدون ورود کے اسکا کامل پتہ نہیں چلتا اور اسکا علم مقصود نہیں بلکہ اس علم کے مقتضا پر عمل مقصود ہے اس حال کی ایسی مثال ہے کہ جیسے آفتاب کے طلوع کے وقت ستارے ہوتے ہیں مگر کالعدم یا ایک شخص کسی مسئلہ کو خوب جانتا ہو مگر جب اس فن کا امام موجود ہو تو اس کے سامنے وہ اپنے کو جدا نا کالعدم سمجھے گا یا اگر تحصیلدار اپنے منصب پر حکمرانی کررہا ہو اور اس حالت میں دفعۃً لاٹ آجاوے تو اس کے سامنے یہ تحصیلدار کالعدم ہوجاویگا ایسا ہی سالک پر بعض اوقات یہ حالت طاری ہوتی ہے کہ کل عالم اسکی نظر میں کالعدم ہوتا ہے۔

(۲۵) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب فرمایا کرتے تھے تو میرے سینہ کی شرح کردیتا ہے اور کل لوگوں نے وحدۃ الوجود کو تھوڑا تھوڑا سمجھا لیکن تونے پورا سمجھا یہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی برکت ہے

ملفوظات لمعان الدین،

(سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ النور بابتہ ماہ صفر المظفر ۴۹ھ)

(نمبر ۲۶) فرمایا کہ قاضی بیضاوی نے اِیَّاكَ نَعْبُدُ کی تفسیر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس قول کا کلا ان معی ربی سیھدین اور حضرت علیہ الصلوٰۃ والسّلام کے اس قول کا لا تحزن ان اللہ معنا کا تقابل بیان کرکے حضور کے ارشاد کو خیالی دلیل سے راجح ثابت کیا ہے اور وہ بالکل خلاف تحقیق ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے قول کے مقام کا مقتضی یہی تھا کہ ایسا کہیں لفظ معی اور لفظ رب ہوتا اور ظرف مقدم ہوتا کیونکہ مخاطب ایسے ہی تھے اور حضرت علیہ السلام کے قول کے مقام کا مقتضی یہی تھا کہ فرماتے لا تحزن ان اللہ معنا کیونکہ مخاطب صدیق تھے اور اگر موسیٰ علیہ السلام کے مخاطب حضرت علیہ السلام کے مخاطب جیسے ہوتے تو وہ بھی ویسا ہی کلام کرتے جو حضور نے کیا اور اگر حضرت علیہ السلام کے مخاطب موسیٰ علیہ السلام کے مخاطب جیسے ہوتے تو حضرت علیہ السلام بھی موسیٰ علیہ السلام جیسا کلام فرماتے گویا کہ قاضی صاحب کے 9
نزدیک حضرت موسیٰ علیہ السلام تو مقتضائے حال کو نہ سمجھے اور قاضی صاحب خود سمجھ گئے سبحان اللہ یہ کیا انصاف ہے اور فرمایا کہ حق یہ ہے کہ ایسی ہی تفضیل بلا نص کے بارہ میں یہ حکم ہے لا تفضلوا بین انبیاء اللہ۔

(نمبر ۲۷) فرمایا کہ محی الدین ابن العربی نے فرمایا ہے کہ مقامات انبیاء ذوقی ہیں اور غیر نبی کو وہ ذوق میسر نہیں اسلئے اسکو اس پر اطلاع نہیں ہو سکتی لہذا وہ انمیں تفاوت کو بھی بیان نہیں کر سکتا

(نمبر ۲۸) فرمایا اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تجلی سے بیہوش ہو جانا اور حضرت صلے اللہ علیہ وسلم کا شب معراج میں باہوش رہنا بھی مقام تفضیل میں ذکر کیا جاتا ہے۔ حالانکہ ممکن ہے کہ اس تفاوت کی وجہ دوسری ہو وہ یہ کہ حضرت علیہ السلام نے آخرت میں اللہ تعالیٰ کو دیکھا کیونکہ آسمان کے ورا عالم آخرت ہے اور وہاں قوت بڑھ جاتی ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام نے دنیا میں اللہ تعالیٰ کی تجلی کو دیکھا اور اگر اسی طرح موسیٰ علیہ السلام آسمان کے ورار دیکھتے تو مدہوش نہ ہوتے اور اگر حضرت علیہ السلام دنیا میں دیکھتے تو مدہوش

ہو جاتے جیسا حضرت جبرائیل علیہ السلام کے دیکھنے سے بیہوش ہو گئے تھے غرض انبیاء کی تفضیل میں نصوص سے ہرگز تجاوز کرنا نہیں چاہئے کیونکہ مقام ذوقی کو غیر صاحب ذوق نہیں سمجھ سکتا۔ اسی لئے کہا گیا ہے۔ ولی را ولی می شناسد۔ بلکہ بعض نے تو کہا ہے کہ اولیاء کے مقامات بھی مختلف ہوتے ہیں اسلئے ہر ولی کو ہر ولی بھی نہیں پہچانتا انکا مقولہ ہے سچ ہے کہ ولی را نبی می شناسد و نبی را خدا می شناسد و خدا را کسے نمی شناسد۔

(نمبر ۲۹) فرمایا کہ جاہل بعض مسائل میں جنمیں کہ اہل علم کا اختلاف ہو معذور ہیں اور علماء اگر کسی غرض سے غلطی کرینگے اُن پر گرفت ہوگی جیسا فرمایا من افتی بغیر علم فانما اثمہ علی من افتاہ

(نمبر ۳۰) فرمایا کہ خلیل پاشا ایک درویش ترک تھے حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ ان سے ملو جب میں ان سے ملا تو انھوں نے فرمایا کہ ہندوستان کے علماء میں ایک ایسی بات ہے جو دوسرے علماء میں نہیں وہ یہ کہ ان میں حب دنیا نہیں ہوتی۔

(نمبر ۳۱) فرمایا کہ مجھکو قصابوں سے خاص الفت ہے کئی وجوہ سے ایک یہ کہ بچپن میں میرے
10 لئے ایک قصاب کی بیوی انا مقرر کی گئی تھی اسلئے کہ میری پیدائش کے چودہ۱۴ ماہ بعد میرے بھائی اکبر علی پیدا ہوئے دو بچوں کیلئے دودھ کافی نہ تھا دوسرے یہ کہ والد صاحب جن کے ملازم تھے وہ اسی قوم کے تھے تیسرے یہ کہ کل قصاب مسلمان ہوتے ہیں اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہندی قوم نہیں۔ فارسی ہیں یا عربی اور قرائن سے عربی الاصل معلوم ہوتے ہیں۔

(نمبر ۳۲) فرمایا کہ وسوسہ کے دفع کا طریق یہ ہے کہ کسی ایسے کام میں مشغول ہو جاوے جسمیں توجہ کا صرف ہو۔ خود اسکے دفع کے درپے نہ ہو اور چونکہ ذکر اللہ شغل کا اعلیٰ فرد ہے لہذا اسمیں توجہ کی ساتھ مشغول ہونا بہتر ہے خواہ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ ہی کیوں نہ ہو یا کوئی اور وسوسے کی مثال کتے کی طرح سمجھو جیسا کہ اگر اسکو دفع کیا جائے تو اور زیادہ بھونکنے لگتا ہے وہ بھونکتا رہے تم چلے جاؤ وہ خود ہی خاموش ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ صوفیہ نے کہا کہ دل کو وسوسے سے خالی کرنیکا طریق یہ ہے کہ کسی شغل میں لگ جاوے کیونکہ اگر اول ہی خالی کیا جائے تو عادۃً محال ہے جیسا کہ بوتل کو ہوا سے خالی کرنا محال ہے اسکو پانی سے بھر دو خود ہی ہوا نکل جاویگی اسیطرح دل کو بھی خالی کرنا بدون شغل آخر کے محال ہے۔ فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے

مجھے فرمایا تھا کہ دو علم سے تجھکو خاص مناسبت ہوگی۔ تفسیر اور تصوف۔

(نمبر ۳۳) فرمایا کہ قصہ عبس میں دو قیاس ہیں ایک تقدیم الاصل علی الفرع اور ایک تقدیم المتیقن علی المتوہم نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے پہلے قیاس کو ترجیح دی اسلئے تعلیم اصل یعنی اسلام کے وقت فرع کے سوال سے ناگواری ہوئی اور اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اس جگہ دوسرے قیاس کو ترجیح دینی چاہئے اور ابن ام مکتوم کو نفع یقینی تھا اور تقدیم الاصل علی الفرع مقید ہے نفع کے ساتھ یعنی تقدیم الاصل علی الفرع وہاں ہوگی جس جگہ نفع یقینی ہو ورنہ قیاس ثانی اختیار کیا جائیگا جیسا نظم قرآن یعنی لعلہ یزکّی اور اما من استغنی سے معلوم ہوتا ہے کہ صحابی کو نفع یقینی تھا اور کافر کو یقینی نہیں تھا اور اس قیاس میں اگر حضور صلے اللہ علیہ وسلم کچھ تامل فرماتے تو بہت جلد سمجھتے اس واسطے تنبیہ فرمائی گئی۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ نبی مجتہد بھی ہوتے ہیں مگر بقا علی الخطا نہیں ہوتا اور کبھی دونوں قیاس حضور ہی کے ہوتے تھے۔ پھر ایک کو ایک وقت ترجیح دیتے دوسرے کو دوسرے وقت چنانچہ بعض دفعہ جو عمل حضرت عمر کی رای پر ہوتا وہ بھی حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رائے ہوتی تھی گو لسان عمرؓ سے ہوتی۔ آخر 11
حضرت عمرؓ نے یہ رائے کہاں سے حاصل کی انکی اپنی رائے تو یہ تھی کہ مدت تک کفر پر رہے آگے سب طفیل حضور ہی کا تھا۔

(نمبر ۳۴) فرمایا کہ امرد کا قرآن شریف سننا احتمال ہیجان کے وقت میرے نزدیک جائز نہیں فتنہ ہے البتہ اگر اور کوئی سننے والا نہ ہو تو سن لے اور شہوت کو قلب سے دفع کرتا رہے جیسے قاضی وشہود کو اسی شرط سے نظر کی اجازت ہے۔ ایک بزرگ کا قول نقل فرمایا کہ اگر راگ سے کوئی بزرگ ہو جاتا ہو تو ضرور رنڈی اور بھڑوے اور گویے سب کے سب بڑے بلکہ بڑے بڑے بزرگ بنجاتے۔

(نمبر ۳۵) فرمایا کہ ایک انگریز نے لکھا ہے کہ اسلامی فقہ میں سے صرف حنفی فقہ اس قابل ہے کہ اس سے سلطنت چل سکتی ہے کہیں تنگی نہیں ہوتی۔

(نمبر ۳۶) فرمایا کہ اس سفر[ع] میں ایک آدمی ریل میں گا رہا تھا اور میری جان نکل رہی تھی معلوم ہوا کہ واقعی میرے لئے تو راگ حرام ہی ہے۔ مجھے ہیجان بہت ہوا حالانکہ وہ کم عمر

ع یعنی مولانا صاحب کو قبل از رمضان ۱۳۵۸ھ میں پیش آیا ۔ ۱۲

نہ جوان تھا۔

(نمبر ۳۷) فرمایا کہ فنار الفنار یہ ہے کہ اپنی فنا کا بھی علم نہ ہو جیسا حالات نوم میں نوم کا علم نہیں ہوتا۔

(نمبر ۳۸) فرمایا کہ اس زمانہ میں ایک شخص نے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی سوانح لکھی ہے جسکا خلاصہ یہ ہے کہ سلطنت اچھی کر سکتے تھے اور جس قدر نیچری ہیں یہ حضرت کا یہی کمال بیان کرتے ہیں کہ سیاست داں تھے سفر میں ایک شخص نے مجھکو وہ سوانح دکھلائی میں نے کہا کہ اب سفر ہے میرے مکان پر پہنچا دینا وہاں دیکھکر جو رائے ہوگی کہدونگا مگر اتفاقاً ایک مقام نظر پڑ گیا جس سے ساری کتاب کا حال معلوم ہوگیا چنانچہ اس کتاب میں لکھا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام انتظام سلطنت کی قابلیت نہ رکھتے تھے اسی لئے تارک تعلقات رہے اور حضرت نوح علیہ السلام میں رحم نہ تھا اسی لئے بددعا کی میں نے کہا لاحول ولا قوۃ الا باللہ سلطنت جاہل تو کر سکے اور پیغمبر کو اس کا علم اور طریق معلوم نہ ہو چنانچہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام آسمان سے آکر روئے زمین کی ۱۲
سلطنت کرینگے اور جزیہ موقوف کر دینگے اور انکا حکم ہمارے حضور کے حکم کا ناسخ نہیں یہ پیشین گوئی بھی حقیقت میں حضور کا حکم ہے عیسیٰ علیہ السلام کو کہ آپ ایسا کریں تو یہ دوسرا بھی حضور ہی کا حکم ہے۔ اور حضرت نوح علیہ السلام ایسے رحم دل تھے کہ باوجود بیٹے کے مخالف فی الدین ہونے کے اور کشتی پر سوار ہونے سے انکار کرنے کے اسکے لئے حق تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں۔ نیز اگر ان میں رحم نہیں تھا تو ویسا ہی ساڑھے نو سو برس ایذا اٹھاتے رہے فرمایا کہ نیچریوں کے دل میں پیغمبر کا کمال سوائے سیاست کے اور کچھ نہیں فرمایا کہ میرے نزدیک اس سوانح کا مطالعہ منع ہے۔

(نمبر ۳۹) فرمایا حامیان تحریکات کو مولانا دیوبندی کے کمالات کا کیا علم ہوتا انکو تو صرف یہی معلوم ہے کہ اسیر مالٹا ہیں ان کے اصلی کمالات کا انکو علم ہی نہیں ہم تو بچپن سے ان کے کمالات کے معتقد ہیں واللہ جتنی عزت مولانا کی ہمارے دل میں ہے اس کا عشر عشیر بھی کسی کے دل میں نہیں۔

(باقی آئندہ)

ملفوظات لمعان الدین

(سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ النور بابتہ ماہ ربیع الاول ۵۹ھ)

ایک صاحب نے مجکو لکھا کہ ان مسائل میں تم نے مولانا کی مخالفت کی اور احمد رضا کی موافقت میں نے جواب میں لکھا کہ ایسے واقعات افسوسناک ہمیشہ سے ہوتے آئے ہیں دیکھو امام صاحب نے کتے کی نسبت فرمایا تھا کہ نجس العین نہیں اور رافضی کہتے تھے کہ نجس العین ہے بعد میں امام شافعی تشریف لائے خیال تھا کہ بہت بڑے مجتہد ہیں امام صاحب کی تائید کرینگے مگر کتے کے نجس العین ہونیکا فتویٰ دیکر رافضیوں کے ساتھ ہو گئے۔

(نمبر ۴۰) فرمایا کہ میرے قلب میں حضرت مولانا رشید احمد صاحب کی بہت ہی عظمت ہے حالانکہ بعض مسائل میں ان سے بھی اختلاف ہے جیسے حضرت مولانا رشید احمدؒ کو حضرت حاجی صاحب سے بھی بعض مسائل میں اختلاف تھا اس سے عظمت کی نفی لازم نہیں آتی۔

۱۳ (نمبر ۴۱) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب نے کہ ہر بزرگ کی ایک لسان ہوتی ہے شمس تبریز کی لسان مولانا روم تھے اور میرے لسان مولوی محمد قاسم ہیں۔

(نمبر ۴۲) فرمایا مولوی محمد حسین صاحب الہ آبادی نے قصہ بیان کیا کہ میں نے سرسید سے پوچھا کہ تم جو کثرت رائے سے فیصلہ کیا کرتے ہو یہ بالکل فطرت کے خلاف اور بے عقلی کا فیصلہ ہے اس لئے کہ فطرتاً لوگ بے عقل زیادہ ہوتے ہیں سرسید نے کہا یہ اس وقت ہے کہ جب ہم عوام سے رائے لیں ہم تو پہلے ہی سے عقلاء کو چھانٹ لیتے ہیں بعد ازاں رای لیتے ہیں اس پر مولوی صاحب نے کہا انمیں بھی کم عقل زیادہ ہوتے ہیں اور زیادہ عقل والے کم لہذا اگر بے عقلی کا فیصلہ نہ ہوگا مگر کم عقلی کا تو ضرور ہوا۔ اس پر سرسید نے سکوت کیا۔

(نمبر ۴۳) سورہ توبہ کی نسبت فرمایا کہ گو قراء کا اسمیں اتفاق ہے کہ بسم اللہ اس کے آغاز میں نہ پڑہی جائے نہ وصل میں نہ وقف میں یعنی جب اس سے تلاوت شروع کریں چنانچہ شاطبیہ میں منقول ہے مگر حدیث شریف سے حضرت عثمانؓ سے اسمیں بسم اللہ نہ ہونے کی علت منقول ہے یعنی اشتباہ کہ یہ سورت مستقل ہے یا ماقبل کا جزو ہے اُس سے یہی معلوم ہوتا ہے

کہ وصل میں نہ پڑھی جائے مگر وقف میں پڑھی جائے اور باقی جو حضرت علیؓ سے مروی ہے کہ بسم اللہ
امان ہے اور اس سورت میں قتال ہے وہ حکمت و نکتہ بعد الوقوع ہے مطرد نہیں ورنہ بہت سے
آیات قتال ہیں کہ اگر وہاں سے کوئی قرارت شروع کرے تو بالاتفاق بسم اللہ پڑھیگا حالانکہ
وہاں امان نہیں اور اوقاف کی نسبت فرمایا کہ میں نے اسکی تلاش نہیں کی اور نہ امید تھی کہ اسکی
اصل منقول ملیگی کہ فلاں وقف جبرائیلی ہے اور فلاں وقف لازم ہے اور فلاں وقف مطلق ہے
حضرت مولانا رشید احمد صاحب فرماتے تھے کہ یہ (یعنی اوقاف) بھی ایک تفسیر ہیں۔ فرمایا یہ
نہایت عمدہ ایک کلیہ ہے اور صحیح ہے جیسا معاقصین دو تفسیریں ہوتی ہیں اور وقف لازم میں وقف نہ کرنیسے
خلاف مقصود کا ایہام ہو جاتا ہے گو آخر آیت سے وہ ایہام رفع ہو جاتا ہے اسلئے یہ ضرور
کہا جائیگا کہ جہاں وقف لازم لکھا ہے اگر وہاں وقف نہ کیا تو پھر اس موقع سے پہلے کہ جہاں
خلاف مقصود کا ایہام رفع ہو جاتا ہے وقف نہ کرے جیسے سورہ توبہ میں ہے واللہ لا یھدی
القوم الظلمین پر وقف لازم ہے یہاں اگر وقف نہ کرے اور الذین آمنوا سے ملادے
تو لازم ہے کہ اعظم سے پہلے وقف نہ کرے ورنہ معنی فاسد ہو جاوینگے اور اگر اعظم کے قبل وقف ۱۴
نہ کیا تو اعظم خبر ہو جاویگی الذین آمنوا کی اور کوئی محذور لازم نہ آویگا۔ مگر عوام کو چونکہ اسکا
علم نہیں ہوتا ان کو یہی کہا جائیگا کہ وقف لازم پر وقف کریں اور جب کہ یہ معلوم ہوا کہ اوقاف
تفسیر کی قوت میں ہیں تو اور بھی جس جس جگہ خلاف مقصود کا ایہام ہو سکتا ہے اگرچہ وقف
لکھا نہ ہو تو بھی وقف کیا جائیگا مثلاً سورہ قیامہ میں کلا لا وزر پر وقف لازم نہیں ہے
لیکن الی ربک سے ملا کر پڑھا جاوے تو ایہام خلاف مقصود کا ہو جاویگا۔

(نمبر ۴۴) قرآن شریف کے اجزا کی نسبت فرمایا کہ پارے حضرت عثمانؓ کے قرآن مجید میں
اسی طرح تھے تو ان کو علیحدہ علیحدہ پارہ کہا گیا چنانچہ سورہ حجر اور پارہ ربما (یعنی چودھویں) میں
ظاہر ہے کہ سورت کی ایک آیت پر پارہ ختم ہو گیا اور منازل صحابہ سے منقول ہیں جیسا ابن ماجہ
کی روایت سے معلوم ہو جاتا ہے اور رکوع مستحدث ہیں تراویح میں جہاں مضمون کے اعتبار سے
رکوع کیا گیا وہاں رکوع کا نشان بنا دیا گیا چنانچہ اگر ان رکوع کے مطابق رکوع کیا جائے تو
ستائیسویں رمضان میں قرآن شریف ختم ہو جاتا ہے۔

(نمبر ۲۵) فرمایا انزل القرآن علی سبعۃ احرف سے مراد سبع لغات ہیں مختلف قبائل کے ورنہ قرآن اترا ہے صرف لغت قریش ہی میں جیسا کہ حضرت زید بن ثابت سے اختلاف کے وقت کہا گیا تھا اکتبوہ علی لغۃ قریش اور انکی نسبت انزل فرمانا باعتبار نزول اذن کے ہے باقی اور لغات میں گو پہلے اجازت تھی پڑھنے کی مگر پھر وہ اجازت موقوف ہوگئی جیسا تھا علت سے انتفاء حکم ہو جاتا ہے یہاں تیسیر علت تھی اب سب میں برابر ہے جیسا مولفۃ القلوب کا سہم زکوٰۃ کسی نص سے منسوخ نہیں ہے مگر حکم باقی نہیں رہا بوجہ ارتفاع علت کے باقی قرارت سبعہ وہ سبعہ احرف کے علاوہ اور شئے ہے وہ صرف لغۃ قریش میں ہے اور سب حقیقۃً منزل ہیں مثلاً نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک جماعۃ صحابہ کے سامنے ایک قرارت پڑھی انھوں نے اسکو نقل کیا اسی طرح دوسری جماعت صحابہ کے سامنے دوسری قرارت پڑھی انھوں نے اسکو نقل کیا وعلی ہذا القیاس اور یہ کل متواتر ہیں گویا ایسا ہے جیسا بعض مصنفین خود اپنی کتاب میں دو نسخے مقرر کر دیتے ہیں اور شاعر تو اکثر کسی مصرعہ کو کئی کئی وجہ پر کہہ دیتے ہیں ایسا ہی حق تعالیٰ نے قرارت متعددہ مقرر کر دیں اور ان میں متعدد حکم بھی ہیں اور بعض قرارتیں دوسری 15
قراتوں کی تفسیر بھی ہوتی ہیں جیسا آیۃ وضو میں اَرْجُلَ بالنصب اور اَرْجُلِ بالجر بعض کے نزدیک انمیں احکام متعدد ہیں غسل تو مجرد اور مسح حالت خف میں اور بعض کے نزدیک ایک قرارت دوسری قرارت کی قید بطور تفسیر ہے یعنی اس طرح دہوؤ کہ ساتھ ساتھ ملتے بھی جاؤ جیسا فقہاء نے دلک لکھا ہے پاؤں میں اسکی زیادہ ضرورت ہے۔ غرض سبع احرف کا حکم متروک ہے اور سبع قرارت ابھی باقی ہیں اور متواتر ہیں اور ہر قرارت قرآن مجید ہے۔ اور منزل من السماء ہے۔

(نمبر ۲۶) فرمایا کہ غیر مقلدین کا ایک اعتراض ہے کہ ہر آیۃ پر وقف کرنا چاہیے اور انکی دلیل ترمذی کی حدیث ہے کہ حضرت نے سورہ فاتحہ میں ہر آیت پر وقف کیا فرمایا عجب ہے کہ دعویٰ ایجاب کلی ہے اور دلیل سے ایجاب جزئی ثابت ہوتی ہے اور اسکے خلاف پر ایک دلیل جو مجھے معلوم ہوئی اور اس سے دل بہت خوش ہوا۔ یہ ہے کہ سورہ بروج میں ذوالعرش المجید میں دو قرارتیں ہیں (۱) رفع دال اور کسرہ دال اگر ہر آیۃ پر وقف ہوتا اور رسول قد اصلعم ہر آیۃ پر وقف کرتے تو یہاں سے دو قراتوں کا پتہ نہ چلتا۔ معلوم ہوا کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام

نے بعض وقات دال پر وقف نہیں کیا پھر کبھی مضموم پڑھا کبھی مکسور پس ثابت ہوا کہ حضرت
علیہ السلام نے ہر آیت پر وقف نہیں کیا کیونکہ سالبہ جزئیہ متحقق ہے جو موجبہ کلیہ کی نقیض ہے
جو دعوی تھا غیر مقلدوں کا پس ایک نقیض سے دوسری نقیض مرتفع ہوگی اور اوپر ثابت ہو چکا
ہے کہ قرارت متواتر ہیں جیسا کتب تجوید میں مصرح ہے اسلئے ضم اور کسر دونوں کو متواتر کہا جاویگا

(نمبر ۴۷) فرمایا کہ سکتات بھی ایک گونا تفسیر ہوتے ہیں اور طرز تکلم ہوتا ہے اور یہ ذوق سے
معلوم ہوتا ہے اردو میں بھی اسکے نظائر ہیں اور ایسا ہی مد بھی ہے اردو میں کہتے ہیں (تو اچھا یا ہاں)

(نمبر ۴۸) فرمایا کہ مولانا محمد قاسم بہت ذہین تھے صدرا شمس بازغہ کا کبھی ترجمہ نہیں کیا نہ
مطالعہ ایسا پڑھتے تھے جیسا تلاوت ہو رہی ہے۔

(نمبر ۴۹) فرمایا کہ ایک پنجاب کے غیر مقلد بہت نیک تھے ان کا نام مولوی محمد تھا مولانا
محمد قاسم صاحب کی ملاقات کو آئے اس وقت مولانا فاتحہ خلف الامام پر تقریر فرما رہے تھے مولوی محمد
صاحب نے اپنے شاگردوں سے بیان کیا کہ کہیں جگہ سوال ہو سکتا تھا مگر میں ڈر گیا کہ پیچھا چھوڑانا
مشکل ہو جاویگا۔ اور کہا کہ واقعی آپ مجتہد ہیں۔ ۱۶

(نمبر ۵۰) مولوی محمد حسین غیر مقلد بٹالوی بہت منصف مزاج تھے انھوں نے مولانا کی طرف
خط لکھا کہ فقہ کے بعض مسائل میں مجھے کچھ شبہات ہیں اگر اجازت ہو تو آجاؤں جواب میں فرمایا
کہ اگر ابو حنیفہ رح کے مسائل ہونگے تو ان کا کتاب و سنت سے ثابت کرنا میرے ذمہ ہے باقی
فقہا کی تفریعات کا میں ضامن نہیں ہوں پھر وہ آئے تو فاتحہ میں مولانا نے صبح سے لیکر دوپہر
تک تقریر فرمائی مولوی محمد حسین نے کہا کہ بس کیجئے گو میں تقریر سمجھا نہیں مگر یہ معلوم ہو گیا کہ آپ مجتہد
ہیں مگر یہ حیرت ہے کہ آپ باوجود مجتہد ہونے کے تقلید کیوں کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا مجھکو اس سے
زیادہ یہ حیرت ہے کہ میں آپ کے زعم کے مطابق باوجود مجتہد ہونے کے تقلید کرتا ہوں اور آپ
باوجود غیر مجتہد ہونے کے تقلید کیوں نہیں کرتے۔

(نمبر ۵۱) فرمایا دو مولوی حضرت حاجی صاحب رح کے پاس جھگڑتے ہوئے آئے تنازع آپس میں تھا
کہ حضور قلب نماز میں شرط ہے یا نہیں جو کہتا کہ شرط نہیں وہ حضرت عمر رض کا قول پیش کرتا کہ انی
لاجھز جیشی وانا فی الصلوٰۃ۔ اور دوسرا بھی اپنے دلائل پیش کرتا۔

(باقی آئندہ)

تالیفات حکیم الامت تھانویؒ
ملفوظات لمعان الدین

سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ النور بابتہ ماہ ربیع الثانی ۱۳۵۹ھ

حضرت حاجی صاحبؒ نے فرمایا کہ یہ تجہیز جیش منافی حضور نہ تھا کیونکہ حضرت عمرؓ خلیفہ تھے انکا حضور قلب بھی تھا ہر ایک کا حضور علیحدہ علیحدہ ہوتا ہے سبحان اللہ کیسا جواب دیا اور ایسا ہی حضرت حاجی صاحبؒ اور مولانا اسمٰعیل شہیدؒ میں اختلاف ہے کہ حب عقلی افضل ہے یا حب عشقی۔ مولانا شہیدؒ حب عقلی کو ترجیح دیتے تھے اور حضرت حاجی صاحب حب عشقی کو اس پر مولانا رشید احمد صاحبؒ نے فرمایا کہ جب تک عمل کر سکے تو حب عقلی کا غلبہ بہتر ہے اور جب عمل سے قاصر ہو تو حب عشقی کا یہ نہایت عمدہ تطبیق ہے۔

(نمبر ۵۲) فرمایا افسوس ہے کہ مولانا رشید احمد صاحبؒ کو لوگوں نے نہیں پہچانا اخیر میں مولانا نے فرمایا تھا کہ جسکو کچھ لینا ہے مجھسے لیلے۔

(نمبر ۵۳) فرمایا کہ مولانا محمد قاسم صاحبؒ فرماتے تھے کہ ہماری معلومات زائد ہیں اور حضرت 17
حاجی صاحبؒ کا علم زائد ہے اسکی مثال یہ ہے کہ کسی کے مبصرات زائد ہوں اور بہت چیزوں کو دیکھا ہو مگر چوندھا ہے اور کسی کا ابصار زائد ہو۔ گو اس نے تھوڑی چیزوں کو دیکھا لیکن خوب حقیقت کو پہونچا ہو۔

(نمبر ۵۴) فرمایا کہ میرے بھائی کی لڑکیاں ہیں ان کیلئے درخواستیں چونکہ میں بڑا ہوں میرے ہی پاس آتی تھیں فارسی میں مشہور ہے کہ خر باش برادر بزرگ مباش اسلئے کہ سب بوجھ بڑے پر ہوتا ہے۔ تو میں لکھ بھیجتا تھا کہ بھائی لڑکیوں کے والدین موجود ہیں ان سے درخواست کرو اور یہ شعر لکھدیتا تھا ؎ ما ہیچ نداریم غم ہیچ نداریم ٭ دستار نداریم غم پیچ نداریم۔

(نمبر ۵۵) فرمایا کہ مردم شماری میں مجھسے دریافت کیا کہ آپ کی وجہ معاش کیا ہے تو میں نے جواب دیا کہ توکل کہنے لگے ہمارے یہاں کوئی اسکا خانہ نہیں میں نے کہا اپنے افسر سے پوچھو کہ خانہ کم کیوں ہے آخر کار انھوں نے حق تصنیف لکھ لیا میں نے کہا جو چاہو لکھ لو لیکن میں نے کبھی حق تصنیف فروخت نہیں کیا۔

(۵۶) فرمایا کہ تفسیر بالرائے اور تفسیر بالاجتہاد میں فرق ہے۔ تفسیر بالرائے یہ ہے کہ دلیل شرعی اور قواعد شرعیہ کیطرف مستند نہ ہو اور تفسیر بالاجتہاد وہ ہے جو مستند دلیل شرعی کی طرف ہو اور نصوص شرعیا ور قواعد عربیہ کے خلاف نہو ورنہ وہ تفسیر بالرائے ہوکر من قال فی القرآن برایہ میں داخل ہوکر مردود ہوگی۔

(نمبر ۵۷) فرمایا کہ شبلی نے کیا مہمل دعوی کیا ہے کہ ایک مقدمہ سے بھی انتاج ہوتا ہے اسی طرح تحریکات میں لوگ ایک مقدمہ سے نتائج نکالتے ہیں مثلاً کہتے ہیں کہ شرکت نکرنے سے معتقد کم ہو جائیں گے آگے کبری ندارد وہ محض کبریٰ ہے یعنی معتقدوں کا کم ہو جانا مضر ہے اسکی کوئی دلیل نہیں۔

(نمبر ۵۸) فرمایا کہ ایک مولوی صاحب یہاں آئے اور فرمایا کہ وفد آنیوالا تھا مگر سب نے آخر مجھکو گفتگو کیلئے روانہ کیا میں نے کہا اگر گفتگو سے افادہ منظور ہے تو مخاطب کے ذمہ جواب نہیں ہوتا آپ تقریر فرمائیں میں سنونگا پھر سوچونگا اور کچھ نہ بولونگا اور استفادہ مقصود نہیں کیونکہ استفادہ تردد میں ہوتا ہے اگر تردد تھا شرکت کیوں کی پہلے تردد رفع ہونا چاہئے ۱۸
تھا اور اگر اب تردد ہو گیا تو آپ یہ شائع کر دیں کہ مجھکو اسمیں تردد ہے بالآخر یہ ہوا کہ انھوں نے کہا افادہ ہی سمجھو مگر مجھکو خلوت میں گفتگو کا موقع دیا جائے میں نے کہا ایسا نہیں ہو سکتا کیونکہ خلوت میں مکالمہ مجھکو مضر ہوگا کہ مشتبہ ہونگا اور اس ضرر کیلئے میں تیار نہیں اور مجمع میں آپکو مضر ہوگا مگر آپ اس ضرر کیلئے تیار ہیں کیونکہ آپ کام میں شریک ہیں وہ مجمع ہی میں مکالمہ پر راضی ہوئے اور وقت معین کیا گیا میں نے کہا گفتگو منضبط ہونا چاہئے چنانچہ بعد از صلوۃ مغرب یہاں جمع ہوئے اور چراغ قلم دوات لیکر احباب آئے وہ کچھ گھبرا سے گئے میں نے کہدیا کہ بہتر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مرکز میں جاکر عقلاء و علما کو جمع کرکے اور کتابوں کا مطالعہ کرکے مضمون لکھ بھی لیجے پھر میرے پاس لکھدیجے کہنے لگے یہ ٹھیک ہے مگر آج تک کوئی کارڈ تک نہیں آیا۔

(نمبر ۵۹) فرمایا گو مولوی شبیر احمد صاحب نے مجھسے تحریکات میں اختلاف کیا مگر میں اس سے بہت خوش ہوں کہ مجھسے دریافت تو کیا کہ اب میں کیا کروں مولانا دیوبندی اس طرف میں

یعنی تحریکات کی طرف اور آپ اس طرف میں نے کہا آپ مولانا کی اطاعت کریں چنانچہ انھوں نے ایسا ہی کیا مگر ابتک ان کے سلام وغیرہ آتے رہتے ہیں اور کوئی برا کلمہ انکی زبان سے نہیں سنا گیا اور انھوں نے تو پوچھ بھی لیا تھا میں نے تو بے پوچھے بھی سب کو اجازت دی تھی کہ اگر حدود شرع کے اندر ہو تو کام اچھا ہے مگر فرق صرف اتنا ہے کہ ہمارے نزدیک اس کا وقت ابھی نہیں آیا اور ان کے نزدیک اس کا وقت آگیا تھا۔

(نمبر ۶۰) فرمایا کہ قلندر اصطلاح میں وہ ہیں جو محض فرائض و موکدات پر اکتفا کرتے ہیں مگر اب اصطلاح بدلکر ان میں کچھ ایسے بھی ہوگئے کہ ڈاڑھی بھی منڈواتے ہیں اور اگر کسی مخلص سے تذلیل نفس کیلئے ایسا منقول ہو تو محدثین تو ان پر اعتراض کرسکتے ہیں مگر فقہا نہیں کرسکتے اسلئے کہ فقہا کے نزدیک تداوی بالحرام جائز ہے لہذا امراض باطنی کے علاج کیلئے انھوں نے ڈاڑھی منڈوانا بھی جائز سمجھا ہوگا اگرچہ قیاس مع الفارق ہے کیونکہ فقہا وہاں جائز رکھتے ہیں جہاں کوئی اور علاج نہ ہو اور یہاں اور علاج بھی ہیں۔

(نمبر ۶۱) فرمایا کہ زمانہ تحریکات میں ایک مولوی صاحب نے لکھا کہ قدرے حصول جاہ بھی شرعاً 19
جائز ہے اللھم اجعلنی فی عینی صغیرا وفی اعین الناس کبیرا اسپر دال ہے میں نے لکھا کہ دعا میں بھی کرلیتا ہوں کہ اللہ میاں جاہ دے باقی تحصیل جاہ نہیں کرتا حصول جاہ کی دعا کرتا ہوں باقی پہلا مذموم ہی ہے اور حدیث ماذئبان جائعان میں لفظ شرف جاہ اور اس کے تحصیل ہی کی طرف مشیر ہے۔

(نمبر ۶۲) فرمایا کہ میں ایک مدت تک فاتحہ خلف الامام پڑھتا رہا اور مولانا رشید احمد صاحبؒ کو اطلاع بھی کردی مگر مولانا نے نہ مجھکو ملامت کی نہ روکا اس سے ہمارے بزرگوں کی شان تحقیق معلوم ہوتی ہے پھر خود ہی میری رائے بدل گئی۔

(نمبر ۶۳) فرمایا میرا ایک مخالف امروہہ میں مدرس ہوگیا تھا اور یہ حضرات دیوبند کی سفارش سے ہوا تھا پھر وہاں سے علحدہ ہوگیا اور افلاس میں مبتلا ہوگیا کئی دفعہ خیال آیا کہ منی آڈر روانہ کردوں باقی علماء دیوبند نے جو ایسا کیا تو انھوں نے بھی اپنے اوپر سے ایک بلا کو ٹالا تھا کیونکہ اس نے وہاں رہنا چاہا تھا مجھکو ایذا دینا مقصود نہیں تھا پھر ہنس کر فرمایا گناہ

کبیرہ تو نہیں کیا مگر صغیرہ کیا جب ملونگا عرض کردونگا کیونکہ وہ تو اپنے ہی ہیں۔

(نمبر ۶۴) فرمایا کہ آیۃ ولقد وجدنا علیہ اٰبائنا میں اس تقلید کی مذمت ہے جسمیں متبوع میں ہدایت اور عقل نہو چنانچہ اسپر نکیر اس عنوان سے فرمایا او لو کان اٰباءھم لا یعقلون شیئا ولا یھتدون ورنہ جائز ہے۔

(نمبر ۶۵) فرمایا کہ میں چونکہ ضعیف ہوں یہاں دنیا میں بھی نہیں کماتا اور کماتے ہیں میں کھاتا ہوں تو تحریکات میں جو لوگ برا بھلا کہتے ہیں تو یہاں بھی ایسے اسباب جمع ہوگئے کہ اور کماتے ہیں۔ مگر آخرت میں جاکر کھاؤنگا میں یعنی دوسروں کے اعمال محول جاوینگے اور عمل تو کوئی ہے نہیں یہ اللہ کا احسان ہے۔

(نمبر ۶۶) فرمایا گاڑھے کا پہننا دراصل مباح ہے مگر اب اسکو جب فرض بنایا جائیگا تو وہی فساد لازم آئیگا جو مولود کی شیرینی میں ہے بلکہ وہ تو مستحب ہی قرار دی گئی تھی اور گاڑھا پہننا واجب سمجھا جاتا ہے لہذا گاڑھے کا پہننا اس اعتقاد سے درست نہ ہوگا۔

۲۰ (نمبر ۶۷) فرمایا کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا تھا تم پر ایک سخت حالت آنیوالی ہے اسمیں جلدی مت کرنا بعد میں ایسی حالت آئی کہ خودکشی کرنیکو جی چاہتا تھا مگر حضرت کے ارشاد کی برکت سے محفوظ رہا۔

(نمبر ۶۸) فرمایا کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے ان الظن لا یغنی من الحق شیئا۔ اور فقہ کے مسائل اکثر ظنی ہوتے ہیں تو معلوم ہوا کہ فقہ مفید نہیں جواب یہ ہے کہ ظن قرآن شریف اس معنی میں متعین نہیں جو منطق میں ہیں قرآن مجید کی لسان میں ظن متعدد معنی میں آتا ہے کبھی بمعنی یقین جیسا الذین یظنون انھم ملاقوا ربھم الآیۃ میں اور کبھی بمعنی خیال بلا دلیل ہیں ان نظن الا ظنا اسی طرح اس آیۃ ان الظن لا یغنی الخ میں ہے غرض اعتراض اصطلاح مستحدث سے پیدا ہوا اور یہ فنون اصطلاحیہ کو درس میں مقدم کرنیسے ہوا۔

(نمبر ۶۹) فرمایا کہ آیۃ الا لنعلم درباره قبلہ میں یہ شبہ ہے کہ یہ غایۃ نہیں ہوسکتی کیونکہ غایۃ متاخر ہوتی ہے حالانکہ علم واجب قدیم ہے اس کا جواب بحر العلوم نے دیا کہ مراد علم تفصیلی ہے اور وہ حادث ہے اور غایت ہوسکتی ہے مگر یہ جواب غلط ہے اسلئے کہ علم تفصیلی عبارت ہے کاشات سے اور اس سے اشتقاق نہیں ہوتا ورنہ لنعلم کے یہ معنی ہونگے الا ان تکون حادثا و بطلانہ ظاہر۔

(باقی آئندہ)

ملفوظات لمعان الدین

(سلسلہ کیلئے دیکھو رسالہ النور بابتہ ماہ جمادی الاولیٰ ۴۹ھ)

(نمبر ۷۰) فرمایا جلسہ مدرسہ میں جو چندہ سے مہمانوں کو کھلایا جاتا ہے تو ضروری یہ ہے کہ چندہ دہندگان سے دریافت کر لیا جایا کرے کہ اس چندہ سے مدرسہ کے مہمانوں کو بھی کھانا کھلایا جائے یا نہ اگر اجازت دیں تو فبہا ورنہ نہ چندہ جلسہ سے نہ چندہ سابقہ مہمانوں کیلئے صرف کیا جائے بلکہ قرض لیکر خرچ کیا جائے اور بوقت وصولی چندہ جلسہ میں یہ اعلان کیا جائے کہ مدرسہ کے ذمہ مہمانوں کی بابت کچھ قرضہ ہے لہٰذا اس چندہ سے کچھ روپیہ اس طرف منتقل کیا جائیگا جس صاحب کو اپنا روپیہ منتقل کرانا منظور نہ ہو وہ فرما دیں تاکہ انکا روپیہ قرضہ میں نہ دیا جائے بلکہ دیگر مصرف میں خرچ کیا جائے۔

(نمبر ۷۱) فرمایا والد صاحب مرحوم نے ایک جائداد کا حق معافی وقف فرمایا تھا کہ ۲۱
اس سے ایک حافظ مقرر کیا جائے جو مجھکو ایصال ثواب کیا کرے مگر چونکہ یہ استیجار ہے اسلئے بجائے اسکے وہ مدرسہ امداد العلوم میں صرف ہوتی رہی اور چونکہ وہ معافی ہے اور اسمیں شبہ غیر مشروع ہونے کا ہے اس واسطے میں نے حضرت مولانا رشید احمد صاحب مرحوم سے دریافت کیا تو انھوں نے ارشاد فرمایا بھائی جو ہو رہا ہے ہونے دو میں سمجھ گیا کہ ادھر صورتوں میں یہی اقرب ہے۔ بھائی صاحب نے ایک دفعہ کہا کہ مسجد حوض کی مکتب میں کچھ چندہ کی ضرورت ہے ہم نے اس وقف کو ادھر منتقل کر دیا لوگوں نے سمجھا بہت فراخدلی کی ہے حالانکہ میں نے اس آمدنی سے رہائی کرائی۔

(نمبر ۷۲) فرمایا میرٹھ میں چند احباب ہیں اور وہ مولانا رشید احمد صاحب کے مرید ہیں مگر وہ جب آتے ہیں تو کچھ نہ کچھ ہدیہ پیش کرتے ہیں اور اسیطرح وہ احباب سہارنپور دیوبند رائپور میں بھی ہدایا پیش کرتے ہیں تو میں نے دل میں کہا کوئی تجویز ایسی ہونی چاہئے جس سے اس ہدیہ کو بند کر دوں ہر جگہ ہدیہ دینے سے گرانی کا احتمال ہے مگر کوئی معقول صورت

سمجھ میں نہ آئی آخر ایک تجویز خیال میں آئی کہ ان سے میں نے کہا صاحب تعلقات تین قسم کے ہیں اور ہر تعلق میں جدا جدا حظوظ ہیں ایک حظ اپنے سے بڑے سے ملنے میں ہے دوسرا اپنے سے چھوٹے سے ملنے میں تیسرے مساوی سے ملنے میں سو پہلے دو قسم کے تعلقات و حظوظ تو بحمد اللہ مجھکو حاصل ہیں مگر تیسری قسم کے حظ سے محروم ہوں اسکے لئے میں آپ کو تجویز کرتا ہوں انھوں نے یہ مقدمات تو تسلیم کر لئے پھر میں نے کہا کہ بس آپ میرے مساوی ہیں کیونکہ آپ مولانا رشید احمد صاحب کے مرید ہیں اور میں ان کو مثل پیر سمجھتا ہوں پھر جب میں اور آپ مساوی ہوئے تو مساواۃ کا مقتضا یہ ہے کہ جیسا آپ مجھے ہدیہ دیتے ہیں ویسا آپ کو مجھے بھی دینا چاہئے اور یہ جھگڑا اچھے نہیں ہوتا کہ آپ کو کچھ دوں لہذا آپ بھی مجھے کچھ نہ دیا کریں ورنہ مساوات نہ رہے گی اسپر وہ لاجواب ہو گئے اور میری جان مصیبت سے چھوٹی دو تین برس تو ایسا ہی رہا آخر ان میں سے ایک صاحب پھر آئے اور ہدیہ پیش کیا اور کہا کہ ہم نے تمھارے قاعدہ پر بہت روز عمل کیا اب نہیں ہوتا اس سے میں
۲۲ بھی لاجواب ہو گیا اور انکا خلوص دیکھکر قبول کر لیا اور فرمایا کہ غربا کے عطیہ سے جسقدر خوشی حاصل ہوتی ہے وہ امرار کے ہدیہ سے کبھی ہوتی نہیں گو کتنا بڑا ہدیہ کیوں نہو غربا میں خلوص زیادہ ہوتا ہے۔

(۴۳) فرمایا کہ زمانہ جنگ بلقان میں مرادآباد ایک دفعہ ایک مدرسہ کا جلسہ تھا اور مدرسہ کے چندہ کی ترغیب پر بھی وعظ ہوا اور کچھ اخیر میں چندہ بلقان کی بھی ترغیب تھی میں وعظ سے فارغ ہو کر باہر کی طرف چلا ایک مقام پر ایک مجمع تھا میں نے پوچھا یہ کیا ہے ایک صاحب نے کہا کہ چندہ بلقان میں ایک تحصیلدار نے سو روپیہ دیا ہے میں نے کہا اچھا جزاک اللہ انکی طرف جزاک اللہ کے بدلے سزاک اللہ ہو گیا اس تحصیلدار نے جو کچھ مختل الحواس بھی تھا ناظمان چندہ سے کہا کہ مجھکو بلقان سے مستقل رسید منگا کر دو اس وقت لوگوں نے اس کو ٹال دیا اور نہ ہی اسکو سمجھایا۔ غرض کچھ عرصہ گذرا اور اسکو رسید نہ ملی تو اس نے میرے نام نوٹس جاری کر دیا کہ یا تو مستقل رسید منگا کر دو یا میرا روپیہ واپس دو ورنہ عدالت کر دونگا میں نے خیال کیا کہ اگر مقدمہ چلا اور پیشی ہوئی تو گو میری جوابدہی پر مقدمہ خارج ہو جائیگا مگر وہاں جانا یہ بھی تو

پریشانی ہے میں نے سو روپیہ بعض احباب کی معرفت روانہ کردیا کہ تحصیلدار صاحب سے رسید لیکر یہ روپیہ انکو دیدو جبکہ وہ ہلال احمر سے رسید طلب کرتا ہے تو ہم اس سے رسید کیوں طلب نکریں اس روپیے روانہ کرنے کا ذکر ایک مولوی صاحب سے آیا وہ کہنے لگے آپ نے اپنے پاس سے کیوں روانہ کیا بلکہ چندہ ملقان جو تمھارے پاس آتا رہتا ہے اسمیں سے دیدیا ہوتا میں نے کہا یہ کہاں جائز ہے مگر صاحب مرغ کی ایک ٹانگ کہتے رہے مجھے سخت افسوس ہوا کہ یہ لوگ تو چندہ کو شیر مادر سمجھتے ہیں یہ تو جملہ معترضہ تھا۔ جب وہ روپیہ وہاں پہونچا تو وہاں کے احباب باہم کہنے لگے ان پر جرمانہ کیوں ہوا اسلئے سو روپیہ میری طرف واپس کردیا اور دو دوستوں نے لکھا کہ ہم روپیہ تحصیلدار کو دیدینگے لیکن میں نے پھر وہ روپیہ واپس کردیا انھوں نے پھر روانہ کردیا میں نے پھر واپس کردیا مگر جب انھوں نے زیادہ اصرار کیا تو میں نے پھر یہ لکھدیا کہ جب یہ روپیہ نہیں لیتا ہوں نہ تم لیتے ہو لہذا کسی کار خیر میں صرف کردو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

(۴۷) فرمایا کہ ایک مرید نے شیخ سے استدعا کی کہ خواب میں مجھکو دیدار حق ہوجاوے شیخ نے ۲۲
مرید سے کہا کہ تم عشا کی نماز نہ پڑھو اور سو رہو وہ حیران ہوا کہ اب کیا کروں اگر شیخ کے حکم پر چلوں تو نماز جاتی ہے اگر نماز پڑھوں تو شیخ کا حکم جاتا ہے آخر اس نے یہ ترکیب نکالی کہ فرض تو پڑھ لئے اور سنت چھوڑدی پس رات کو خواب میں دیکھتا ہے کہ نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم تشریف لائے ہیں اور فرماتے ہیں کیوں صاحب میرے ہی حکم کو تختہ مشق بنانا تھا اس نے یہ خواب بوقت صبح شیخ سے ذکر کی تو شیخ نے کہا اگر تم فرض نہ پڑھتے تو اسی طرح اللہ تعالیٰ شکایت فرماتے اور دیدار ہوجاتا حضرت حاجی صاحبؒ نے اس حکمت کی توجیہ فرمائی اور واقعی حضرت حاجی صاحبؒ کے علوم نہایت دقیق تھے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا معاملہ اپنے بندوں سے مختلف ہوتا ہے ایک وہ لوگ ہیں جنمیں مرادیت اور محبوبیت کی شان ہے ایک وہ ہیں جن میں مریدیت و محبت کی شان ہے سو پہلی قسم کے لوگ اگر گناہ بھی کرنا چاہیں تو ان کی دستگیری کی جاتی ہے اور ان سے گناہ نہیں ہونے دیتے اور دوسری قسم سے معاملہ استغنار کا کیا جاتا ہے تو واقعہ مذکورہ میں شیخ نے کشف سے یہ معلوم کرلیا تھا کہ یہ شخص مراد اور محبوب ہے، لہذا اس سے نماز کبھی ترک نہ ہوگی

اگر یہ سو بھی جائیگا تو اسکو دگا کر نماز پڑھوائی جائیگی سبحان اللہ کیسی بات فرمائی۔

(م۷۵) فرمایا کہ ایک بزرگ جو روزہ دار تھے مع اپنے معتقدین کے مسجد کے زینہ سے اتر رہے تھے ایک بڑھیا نے نہایت عمدہ شربت قند اور برف ڈالکر شیخ کے روبرو پیش کیا کہا بیٹا شربت پی لو شیخ نے فوراً نوش فرما لیا اور کسی نے سوال کیا تو فرمایا کہ روزہ کا تدارک تو ممکن ہے اور شکستہ دلی کا تدارک ممکن نہیں حضرت حاجی صاحبؒ نے اسکی یہی عجیب توجیہ فرمائی کہ اسوقت انپر حقیقت قلب منکشف تھی اور حقیقت صوم مخفی تھی اگر حقیقت صوم منکشف ہوتی اسکے سامنے قلب کوئی چیز نہ تھی۔

(م۷۶) فرمایا کہ رامپور میں (جو تھانہ بھون سے دو اسٹیشن ہے) ایک تقریب پر حضرت مولانا محمود حسن صاحب اور مولانا خلیل احمد صاحب بھی مدعو تھے وہاں جاکر یہ معلوم ہوا کہ یہاں تو دعوت کے مجمع کا بڑا اہتمام ہے جسمیں تفاخر کا رنگ ہے طبیعت پریشان ہوئی اور میں اس وقت ایک علیحدہ جگہ اپنے ایک دوست کے یہاں مقیم تھا صاحب خانہ سے میں نے کہا مجھے اپنے باغ میں پہنچا دو اور کسی کو پتہ نہ دو میں آٹھ نو بجے کے قریب تک ۲۴
وہاں رہا پھر بالا بالا اسٹیشن پہونچکر تھانہ بھون آگیا اسپر بڑے بڑے اعتراض ہوئے ایک یہ کہ تم کیا ان حضرات سے زیادہ دیندار تھے دوسرا یہ کہ اگر شرکت گناہ تھی تو ان حضرات نے کیوں اختیار کی میں نے سب کے جواب میں یہ کہا کہ جو جواب ہمارے حضرات نے اس سوال کا دیا ہے کہ حضرت حاجی صاحبؒ شرکت مولود کو جائز رکھتے ہیں اور تم بدعت قرار دیتے ہو وہی جواب ان سوالونکا سمجھا جائے۔ اس واقع کے متعلق ان حضرات سے بھی میری عدم شرکت کی وجہ پوچھی گئی لیکن بزرگ بزرگ ہی ہوتے ہیں کیسا عمدہ جواب دیا مولانا دیوبندیؒ نے تو یہ جواب دیا کہ بھائی جسقدر عوام کے حالات ان کو معلوم ہیں ہمکو معلوم نہیں اور مولانا خلیل احمد صاحب نے جواب دیا کہ ایسے مواقع میں وہ تقویٰ کو اختیار کرتے ہیں اور ہم فتویٰ کو

(م۷۷) حضرت مولانا صاحبؒ نے یوم جمعہ کو وعظ فرمایا اور اس آیۃ کی تلاوت فرمائی جسکی گذشتہ جمعہ کو بھی فرمائی تھی یعنی والذین جاھدوا فینا لنھدینھم الآیہ پہلے مجاہدہ کی تقسیم فرمائی کہ ایک قسم مجاہدہ حقیقیہ ہے اور دوسری عرفیہ اور عرفیہ کی چار قسمیں ہیں

قلت الطعام قلت المنام قلت الکلام قلت الاختلاط مع الانام پھر فرمایا کہ مجاہدہ عرفیہ
کی جو صورتیں مرتاضین نے تجویز کی ہیں۔ اسی طرح شریعت نے بھی تجویز کی ہیں مگر مجاہدہ
شرعیہ مجاہدہ عرفیہ پر کئی وجوہ سے فضیلت رکھتا ہے جیسا جمعہ گذشتہ میں مفصل
بیان ہو چکا لیکن اب دو وجہ اور خیال میں آئی ہیں انکو بطور تتمہ کے ماقبل کے ساتھ
ضم کیا جائے یعنی مجاہدہ کے چار رکن ہیں اول قلت طعام اس کو شریعت نے بھی
تجویز کیا ہے اور مرتاضین نے بھی اور شریعت نے جو اسکا طریق ہے اس میں چند وجوہ
سے ترجیح ہے جن کو جمعہ گذشتہ میں بیان کر چکا ہوں اور دو وجہ اب سمجھ میں آئی
میں بیان کرتا ہوں اول یہ کہ مجاہدہ عرفیہ میں جب قلت طعام ہوتا ہے تو عجب
پیدا ہو جاتا ہے اور مجاہد یہ خیال کرتا ہے کہ باقی لوگ بہائم کی طرح کھاتے ہیں اور میں
ملائکہ کی طرح تارک طعام ہوں حالانکہ عجب بہت بڑا مرض ہے بخلاف مجاہدہ شرعیہ
یعنی صوم کے اسمیں یہ مرض پیدا نہیں ہوتا کیونکہ کھاتے وقت خوب پیٹ بھر کر
کھاتا ہے اور نیز یہ بھی دیکھتا ہے کہ اور لوگ بھی دن بھر میری طرح بھوکے رہتے ہیں ۲۵
تو پھر عجب نہیں پیدا ہوتا یہ مجمل عنوان ہے اور حضرت مولانا دامت برکاتہم نے اسکی
خوب تفصیل فرمائی دوم ترجیح کی وجہ نہایت دقیق ہے اور میرے نزدیک نصف العلم
کہنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ مجاہدہ عرفیہ میں گویا اعتقاد تو نہیں ہو لیکن حال ہو جاتا
ہے کہ اپنے اوپر نعمت الٰہی کو کم دیکھتا ہے اور اپنے عمل کو اس سے زیادہ سمجھتا ہے پھر
اسپر ثمرات کا متمنی ہوتا ہے اور ثمرات اس حال کے مذموم ہونیکی وجہ سے سبب وارد
نہیں ہوتے اور یہ شکایت کرتا ہے کہ میں نعمت سے کم منتفع ہوتا ہوں اور عمل زیادہ
کرتا ہوں اور اسلئے مستحق ثمرات کا ہے مگر پھر محروم ہوں۔ پھر اس سے نکا سل بڑھ جاتا
ہے بخلاف مجاہدہ شرعیہ کے۔ کہ اسمیں اللہ تعالیٰ کی نعمت کو اپنے عمل کے مقابلہ میں کم
نہیں سمجھتا یہ بہت بڑا فرق ہے سبحان اللہ شریعت کے مجاہدہ میں اور مرتاضین کے
مجاہدہ میں کتنا فرق ہے۔ غرض مجاہدہ شرعیہ کا مجاہد شاکر اور عرفیہ کا شاکی ہوتا ہے کہ
عمل تو بہت کیا مگر ثمرہ کچھ نہیں ملا یہ بھی مجمل عنوان ہے اس پر حضرت مولانا مدفیضہم نے

خوب تفصیل بیان فرمائی پھر مجاہدہ شرعیہ اور عرفیہ کے رکن ثانی قلت المنام کا ذکر فرمایا اور فرمایا اس رکن میں بھی مجاہدہ شرعیہ کو جو کہ تراویح کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے ترجیح ہے گو تراویح میں اتنا ہی وقت لگے جتنا پہلے جاگتا تھا پھر بھی مجاہدہ ہو جائیگا کیونکہ اب نفس کی بیداری مقید ہے ختم تراویح تک اور پہلے مقید نہیں تھی پھر فرمایا کہ ایک اور لطیف فرق ہے مجاہدہ شرعیہ اور عرفیہ میں وہ یہ کہ مجاہدہ شرعیہ میں تروک کے ساتھ فعل کا بھی اہتمام ہے اور مجاہدہ عرفیہ میں صرف تروک ہی ہیں تو شریعت نے گویا اشارۃً فرمایا کہ اصل مقصود مجاہدہ سے فعل ہیں تروک محض ذریعہ ہیں اس تقریر میں حضرت مدظلہ نے مجاہدین کی اور کئی غلطیاں ذکر فرمائیں اور ان کا علاج بھی ذکر فرمایا۔

(۸۸) فرمایا کہ مولانا نذیر حسین صاحب کا ایک فیصلہ مولانا گنگوہی رح کی خدمت میں پیش ہوا یعنی ان کے پاس دو شخص جھگڑتے ہوئے فیصلہ کیلئے آئے ایک نے کہا فاتحہ کے بغیر نماز نہیں ہوتی میاں صاحب نے کہا ٹھیک ہے دوسرے نے کہا فاتحہ کے بدون نماز ہو جاتی ہے کہا ٹھیک ہے پیش کرنے والے کا مقصود میاں صاحب پر اعتراض ۲۶
کرنا تھا کہ متضاد قولوں کو ٹھیک کہدیا اسپر مولانا گنگوہی رح نے فرمایا فیصلہ اس طرح ٹھیک ہو سکتا ہے کہ مسئلہ مختلف فیہ ہے لہذا ہر دو شق عمل کیلئے درست ہیں۔

(۸۹) ایک شخص نے کسی میت کو خواب میں دیکھا کہ اسکی حالت اچھی نہیں مولانا نے فرمایا اسکے وارثوں کو مت خبر کرو کہ رنج ہوگا بلکہ تم خود سورہ یسین اور سورہ ملک پڑھ کر اسکو ثواب پہنچا دو، اور ایک ہفتہ تک ایسا ہی کرو۔

(۹۰) فرمایا کہ میں مولانا رفیع الدین صاحب مہتمم مدرسہ دیوبند کے ہمراہ سرہند کے سفر میں موضع ناس گیا اور اس مقام میں مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا کشف ہے کہ انبیاء کی قبریں ہیں اور فرمایا مولانا رفیع الدین صاحب کا کشف ہے کہ تیرہ حضرات ہیں ایک ان میں بڑے ہیں جنکا نام خضر یا خذیہ ہے اور انکے بیٹے کا نام ابراہیم ہے اور ان خضر کو تخت پر بیٹھا ہوا دیکھا اور باقیوں کو تخت کے گرد بیٹھے ہوئے پایا۔

(۹۱) فرمایا کہ تحریکات حاضرہ میں عوام کے اثر سے علماء بھی کچھ شریک ہو گئے اور میں کہتا تھا ہوش سے کام لینا چاہئے جوش کو ترک کرنا چاہئے۔

(ملفوظ ۸۲) فرمایا کہ امام غزالی بڑے شخص ہیں مگر روایات میں انکی نقل حجت نہیں ایسا ہی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمہ کی کتاب غنیہ کا حال ہے۔

(ملفوظ ۸۳) فرمایا علامہ شامی نے وصیت کی ہے کہ عامی کو تشقیق کے ساتھ جواب نہ دو بلکہ سائل سے ایک شق کی اول تعیین کرالو اُسی شق کا جواب دو یہ بات مجھے نہایت پسند ہے اسلئے کہ عامی جس شق میں اپنی نفسانی خواہش دیکھیگا اسی کا دعوی کرنے لگیگا۔

(ملفوظ ۸۴) فرمایا جب میں کانپور گیا تو وہاں کثرت سے مولود ہوتا تھا اور جو شریک نہ ہوتا اسکو ایذا دی جاتی تھی اور اس وقت میری عمر قریباً بیس سال کی تھی اور ان قصوں کا بالکل تجربہ نہ تھا اور اپنے بزرگوں کے طرز پر تھا اگر کوئی پوچھتا تھا کہ مولود کیسا ہے تو بے تکلف کہدیتا تھا کہ بدعت ہے اگر کوئی پوچھتا کونسی بدعت تو کہتا سیئہ اور ضلالۃ اور لوگ میرے وعظ سے تو بہت خوش تھے مگر اس طرز کو دیکھکر کہتے بیان تو نہایت عجیب ہے مگر افسوس وہابی ہیں اور پوچھتے تھے کسی طرح جائز بھی ہے میں کہتا تھا کہ ہے جائز ہے جسمیں قیام وغیرہ نہو چنانچہ انھوں نے کہا ایک دفعہ ایسا کر کے بتلاؤ تو میں نے منظور کر لیا جلسہ ہوا اسمیں حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے فضائل بیان کر دیئے اور قیام وغیرہ کچھ نہیں ہوا جب میں بیان کر چکا میرے بعد ایک آدمی منبر پر جا بیٹھا اور کچھ اشعار پڑھکر کھڑا ہوگیا اور سب مجمع کھڑا ہوگیا مگر میں ۲۷
بیٹھا رہا حتی کہ مولانا احمد حسن صاحب کانپوری بھی کھڑے ہوگئے صرف میں اور ایک طالب علم جو میرے پاس پڑھتے تھے بیٹھے رہے اور اس طالب علم نے مجھے عربی میں آہستہ سے کہا مصلحت اسی میں ہے کہ ہم بھی کھڑے ہو جائیں میں نے زور سے کہا لاطاعۃ للمخلوق فی معصیۃ الخالق صبح کو اسکا بڑا چرچا ہوا مگر اللہ تعالی نے ہر طرح محفوظ رکھا۔

(ملفوظ ۸۵) فرمایا قرآن شریف میں اللہ تعالی نے بعض نو مسلموں سے وعدہ فرمایا ہے اگر وہ اسلام میں مخلص ہو پہلے سے بھی اچھا مال ملیگا اور یہ آیۃ پڑھی یا ایھا النبی قل لمن فی ایدیکم من الاسری الآیہ یعنی اے نبی آپ ان قیدیوں سے فرما دیں کہ اگر اللہ تعالی تمھارے دلوں میں خیر دیکھیگا تو پہلے سے بہتر مال تمکو عطا کریگا اور یہی امید ہر نومسلم کیلئے ہے اگر مال ہی نہ ملے مگر حال ہی جو مقصود ہے یعنی خوش حالی وہ تو ضرور عطا ہوتی ہے اور اس آیت میں جو لفظ خیر سے وعدہ کیا ہے وہ حال کو بھی شامل ہے۔

(ملفوظ ۸۶) فرمایا موذن اگر صابر ہو تو یہ سب سے اسلم معاش ہے باقی اگر کوئی نیچری اسمیں تمسخر کرے تو نوح علیہ السلام نے جو جواب دیا تھا کہ ان تسخروا منا فانا نسخر منکم الآیہ وہی جواب اسکو دیا جائیگا اور فرمایا کہ یہاں ایک موذن تھے جو محلہ سے آئی ہوئی روٹیاں بھی نہیں لیتے تھے میں نے انکو

کہا روٹیاں لے لیا کرو گو تمکو حاجت نہیں مگر شاید کوئی اور آوے اور اسکو حاجت ہو اگر روٹی بند ہو گئی اُس صاحب حاجت کو تکلیف ہوگی اور اسپر یہ بھی فرمایا کہ فقہا نے لکھا ہے اور ہدایہ میں بھی مذکور ہے کہ اگر قاضی کو تنخواہ کی ضرورت نہ ہو تو بھی لے لیا کرے شاید کوئی اور آوے اور اسکو ضرورت ہو اور بیت المال سے دوبارہ اجرا مشکل ہو جائے۔

(۸۷) فرمایا ذلت کی حقیقت اظہار حاجت ہے۔

(۸۸) فرمایا گورکھپور سے ایک مسئلہ کے متعلق خط آیا کہ تمہاری اور مولانا دیوبندی کی کلام میں تناقض ہے، تو میں نے جواب میں لکھا کہ دونوں کلام نقل کرکے وحدات ثمانیہ جو تناقض میں شرط ہیں لکھدو پھر میں دیکھونگا تو ابتک کوئی جواب نہیں آیا۔

(۸۹) فرمایا کہ فلاں شخص کو میں نے شرکت تحریکات سے نہیں روکا صرف یہ کہا تھا کہ یہاں رہکر اپنی رای کا اظہار نہ کرو جب کبھی اظہار کرنا ہو بتا دو اُسوقت کیلئے میں نے یہ تجویز کیا تھا کہ اسکو دوسری جگہ منتقل کر دیا جائیگا اور یہاں کا کام کرتا رہیگا اور مشاہرہ بھی اسکو بدستور ملتا رہیگا مگر اس نے طلب جاہ میں بہت جلدی کی کسی نے اس شخص کی نسبت کہا کہ وہ کہا کرتا تھا الحمد للہ میں پیر پرست نہیں ہوں میں نے کہا پیر پرست تو نہیں تھا مگر پیر پرست تھا یعنی امراء کے پیر پکڑتا تھا چنانچہ یہاں احباب ہیں جو دنیادار ہیں انکی فہرست اس کے پاس تھی اور ایک دفعہ اس نے ایک دنیادار کو لکھا تھا کہ دعا کرو تنگی رفع ہو اسکو دعا کرانے کیلئے بھی امراء ہی ملتے تھے۔ ۲۸

(۹۰) فرمایا کہ شاہ ولی اللہ صاحب نے فرمایا ہے کہ شریعت نے جو طاعات میں زیادہ مشقت سے منع فرمایا ہے تو مقصود تکثیر عبادت سے منع کرنا نہیں ہے بلکہ تقلیل عبادت سے منع کرنا ہے۔ بعض اوقات تکثیر سبب تقلیل کا ہو جاتی ہے اسی طرح ہمنے کفار سے اتنی معادات نہیں کی جس سے پھر موالات کرنی پڑے جیسا بعض لوگ معافی مانگ مانگ کر پھر موالات کر رہے ہیں۔

تمام شد حصہ اول

تالیفات حکیم الامت تھانوی